البقرۃ : 255

آیت الکرسی کی فضیلت :-
1) آیت الکرسی قرآن کی سب سے اعظم آیت ہے:
مسلم :- اُبَیّ بن کعب سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا "ابومنذر! کیا تم جانتے ہو اللہ کی کتاب کی سب سے عظیم الشان آیت کونسی ہے؟" میں نے کہا "اللہ اور اسکا رسول زیادہ جانتے ہیں" آپ ﷺ نے پھر پوچھا "ابومنذر! کیا تم جانتے ہو اللہ کی کتاب کی سب سے عظیم الشان آیت کونسی ہے؟" میں نے کہا "اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا "ابومنذر! تمہیں علم مبارک ہو۔"

[جہاں اَعْظَم کہا جاتا ہے وہاں صفت کے اعتبار سے بڑا ہونا مراد ہوتا ہے، تعداد کے اعتبار سے نہیں۔ اسلیے یہ آیت مرتبے، عظمت اور صفت کے اعتبار سے قرآن کی تمام آیتوں سے زیادہ عظیم ہے۔]

2) اسم اعظم (یا الحی یا القیوم) سے دعا کرنے سے دعا قبول ہوتی ہے:
ابن ماجہ ← اللہ کا وہ اسم اعظم جسکے واسطے سے دعا کی جائے تو وہ (اللہ) قبول کرتا ہے (جو) تین سورتوں البقرۃ، آل عمران اور طٰہٰ میں ہے۔

3) سونے سے پہلے آیت الکرسی پڑھنا چاہیے:
بخاری :- جو شخص رات کو سوتے وقت آیت الکرسی پڑھتا ہے، اللہ کی جانب سے اُس پر ایک محافظ (حفاظت کرنے والا فرشتہ) مقرر کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ شیطان طلوع فجر تک اس کے قریب نہیں آسکتا۔ [پوری حدیث تیسیر القرآن جلد 1 میں 200-201 صفحہ پر پڑھیے]
[تو اس آیتِ کریمہ میں سرکش شیطان کو بھگانے کی قوت اللہ تعالیٰ نے رکھ دی ہے۔]

← آیت الکرسی کی آیت تو ایک ہی ہے لیکن جملے نو (9) ہیں۔ اس میں پہلا جملہ دعویٰ ہے اور باقی جملے اس دعوے کی دلیل ہے۔ دعویٰ یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور باقی جملے اس دعوے کی دلیل ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق کیوں نہیں ہے۔
← پہلا لفظ اللہ تمام جملوں کا مبتدا (Subject) ہے اور باقی سب خبر ہے۔ جیسے اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، اَللّٰهُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ، اَللّٰهُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ
← پہلے جملے میں اسم اللہ ہے اسکے بعد والے جملوں میں ضمائر (Pronouns) اللہ کی طرف لوٹتی ہے۔
← اس آیت میں اللہ کے اسماءِ حسنہ بھی بیان کیے گئے ہیں۔ اِلٰه، اَلْحَیُّ، اَلْقَیُّوْمُ، اَلْعَلِیُّ، اَلْعَظِیْمُ
← اس آیت میں بہت سی دو دو چیزیں ذکر کی گئی ہیں جیسے الحی القیوم، سنۃ نوم، السمٰوٰت الارض، اَیْدِیْهِمْ خَلْفَهُمْ، اَلْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

اَللّٰهُ
(اللہ)

اَللّٰهُ (اللہ) :- یہ اسم الجلالہ ہے۔ اللہ کا ذاتی نام ہے جو سب ناموں میں بڑا اور جامع ہے۔ کوئی اور ذات اس نام سے منسوب نہیں۔ اس نام کا نہ تثنیہ (dual) ہے اور نہ ہی جمع اور نہ ہی اسکی تانیث (مونث) ہے۔
مسلم :- قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ زمین پر ایک شخص بھی اللہ اللہ کہنے والا رہے گا۔
اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر کوئی اللہ اللہ کا وِرد کرنا شروع کرے۔ یہ ساری بدعتیں ہیں۔ اسلام سے اسکا کوئی تعلق نہیں۔ اللہ اللہ کہنے سے مراد "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے۔ اسکی دلیل:
مسند احمد :- کسی لا الٰہ الا اللہ کہنے والے پر قیامت قائم نہیں ہوگی۔
یعنی مؤحدین جو لا الٰہ الا اللہ کہنے والے ہونگے ان پر قیامت قائم نہیں ہوگی۔ جب ایک بھی شخص توحید پر قائم نہیں ہوگا تب قیامت قائم ہو جائیگی۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اسکے سوا کوئی [سچا] معبود نہیں)

لَا اِلٰهَ ← لَا یہ "لائے نفی للجنس" ہے۔ یعنی (اللہ کے علاوہ) کسی قسم کا کوئی الٰہ ہے ہی نہیں۔
لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں کوئی معبودِ برحق لیکن وہی۔ اللہ ہی الٰہ ہے۔ اللہ کے علاوہ جتنے بھی خود ساختہ معبود ہیں وہ سب باطل ہیں۔ حقیقی اور سچا معبود صرف اللہ ہی ہے۔
الحج : 62 ← "... اللہ ہی حق ہے اور اسکے سوا جسے بھی وہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔"
باطل الٰہ کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔
اِلٰه وہ ہوتا ہے جسکی محبت اور تعظیم کے ساتھ عبادت کی جائے۔ ایسی ہستی صرف ایک ہی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

اَلْحَیُّ (وہ ہمیشہ سے زندہ ہے)

اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور بغیر کسی فنا اور زوال کے ہمیشہ رہیگا۔ وہ ہمیشہ کے لیے موت سے پاک ہے۔ ہماری زندگی اور اللہ کی زندگی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس میں کوئی بھی تقابل (Comparison) نہیں۔ پہلے ہم کچھ نہیں تھے۔ عدم سے وجود میں آئے۔ زندگی ملنے کے بعد پھر ہمیں موت آئیگی۔ جبکہ اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اسے کبھی موت نہیں آئیگی۔
الفرقان : 58 ← "اس ہمیشہ رہنے والے اللہ تعالیٰ پر توکل کریں جسے کبھی موت نہیں..."

اللہ نے ہمیں زندگی دی ہے اسلیے ہم زندہ ہیں پھر وہ زندگی لے کر موت دے گا۔ ہماری زندگی عارضی ہے اور اللہ کی عطا کردہ ہے۔ اللہ کی زندگی نہ عطا کردہ ہے اور نہ ہی عارضی ہے۔ ہماری زندگی کو حَیّ کہہ سکتے ہیں لیکن الحیّ نہیں کہہ سکتے۔ یہ "الْ" استغراق کا ہے۔ یعنی حیاتِ کاملہ کی جتنی قسمیں ہو سکتی ہیں ان تمام قسموں سے متصف ہے۔ ہماری حیات "حیاتِ ناقص" ہے۔ جبکہ اللہ کی حیات "حیاتِ کاملہ" ہے، دائمی ہے۔ اسلیے اللہ کے علاوہ کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ کوئی انسان بھی عبادت کا مستحق نہیں ہو سکتا کیونکہ اسکی زندگی عطا کردہ اور عارضی ہے اور زندگی میں وہ خود کسی اور کا محتاج ہوتا ہے تو وہ عبادت کے لائق کیسے ہو سکتا ہے۔ ہر چیز کی زندگی محدود اور ختم ہونے والی ہے جس کو بھی موت آنے والی ہے۔

اَلْقَیُّوْمُ (قائم ہے / سب کو سنبھالے ہوئے ہے / حفاظت اور نگہبانی کر رہا ہے)
یہ اللہ کا نام ہے اسلیے کسی کو اس نام سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ عبد القیوم اسے کہا جائے۔
القیوم ← فَعُّوْل کے وزن پر ہے۔ اس میں مبالغہ اور دوام بھی ہیں۔ جبکہ "قائم" عارضی ہوتا ہے۔
قَوَّام ← بار بار نگہبانی کرنا۔ [illegible]
[illegible]

الروم : 25 ← "اور اسکی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آسمان اور زمین اسکے حکم سے قائم ہیں۔"
پوری کائنات اسکی مدد سے قائم ہے۔
وہ سب کو سنبھالے ہوئے ہے۔ وہ سب کی نگہبانی کر رہا ہے۔ [illegible]

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ
(نہ اُسے اونگھ آتی ہے اور نہ نیند)
القیوم کی وضاحت یہاں کی گئی۔
جب کوئی کسی کی نگرانی اور حفاظت کرتا ہے تو آخر میں تھک جاتا ہے پھر اونگھ اور نیند آنے لگتی ہے۔ اونگھ غفلت کی ابتدا ہے اور نیند غفلت کی انتہا ہے۔ اللہ تعالیٰ غفلت کی ابتدا سے بھی پاک ہے اور غفلت کی انتہا سے بھی پاک ہے۔
اونگھ کو پہلے ذکر کیا گیا کہ اگر اللہ کو اونگھ ہی نہیں آتی تو نیند کیسے آسکتی ہے۔ یعنی سونا تو دور کنار اُسے تو اونگھ تک نہیں آتی۔

سِنَةٌ اور نَوْمٌ میں تنوین ہے، "ال" نہیں ہے۔ یعنی السِّنَةُ اور النَّوْمُ نہیں ہے۔ [illegible]

اگر اس طرح ہوتا "لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّنَوْمٌ" یعنی اگر نَوْمٌ کے پہلے لَا نہیں ہوتا [illegible]

جب کسی کو اونگھ یا نیند آتی ہے تو وہ کسی کی نگرانی اور حفاظت نہیں کر سکتا اور نہ ہی وہ قائم ہو سکتا ہے۔ [illegible]
اللہ کو نہ اضطراری اونگھ یا نیند آتی ہے اور نہ اختیاری۔ [illegible]
[illegible]

معبود وہ ہو سکتا ہے جسے اونگھ اور نیند نہ آئے۔ [illegible]
ق : 38 ← "بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کیا اور ہمیں تھکان نے چھوا تک نہیں۔"
مسلم :- "بے شک اللہ نہیں سوتا۔ اور اسکو زیب بھی نہیں دیتا کہ وہ سوئے۔" [illegible]
اللہ تو ہمیشہ ہی اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہوتا۔ وہ ہر ایک کو دیکھ رہا ہے۔

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے)
لَهٗ ← [illegible]
مَا ← جو بھی (Whatever / Whoever) [illegible]
[illegible]
ترمذی (حسن) :- "بے شک آسمان چرچرایا ہے اور اسے چرچرانے کا حق بھی ہے۔ [illegible]"
بخاری :- [illegible]
الحشر : 31 ← "وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ" (تیرے رب کے لشکروں کو اسکے سوا کوئی نہیں جانتا...)
[illegible]
بخاری :- ابوبکرؓ نے فرمایا "اگر کوئی شخص تم میں سے محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد ﷺ کی وفات ہو گئی اور اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اسے موت نہیں آئیگی۔"
[illegible]

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ
(کون ہے جو اس کے سامنے اسکی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟)

یہاں مَنِ الَّذِیْ (کون ہے جو) نہیں کہا گیا بلکہ مَنْ ذَا الَّذِیْ کہا گیا [illegible]

یہاں جملہ نافیہ (اسکی اجازت کے بغیر اسکے پاس کوئی سفارش نہیں کر سکتا) نہیں لایا گیا بلکہ یہ جملہ استفہامیہ انکاریہ ہے [illegible]

کون ہے جو اسکے پاس اسکی اجازت کے بغیر سفارش کر کے اسے بیٹا دے دو اور اُسے بیٹی دے دو، اسکی حاجت پوری کرو ... اسکی کیا مجال۔

ملکیت کے ساتھ اسکا دبدبہ (Dominance) بھی ہے۔ اس پر کوئی دباؤ نہیں ڈال سکتا۔ قیامت کے دن انسانوں کا انجام کا فیصلہ کریگا تو اس وقت کسی کو شفاعت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی مگر اسے ہی جسے اللہ اجازت دے گا وہی شفاعت کر سکے گا۔

سفارش کی شرائط :-
1) جس کے لیے شفاعت کی جائے، اسکے لیے شفاعت پر اللہ تعالیٰ کی اجازت ہو۔
الانبیاء : 28 ← "اور وہ اسی کے لیے ہی شفاعت کریگے جس کے لیے اللہ راضی ہوگا۔"
یعنی شفاعت کا حقدار وہی شخص بنیگا جو توحید پرست ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی مشرک کے لیے شفاعت پسند نہیں فرماتا۔ مشرک پر جنت حرام ہے تو اسے اللہ کیسے معاف کر سکتا ہے۔
2) شفاعت کرنے والے کے لیے اللہ کی طرف سے شفاعت کرنے کی اجازت ہو۔
البقرۃ : 255 ← "کون ہے جو اللہ کے ہاں اسکی اجازت کے بغیر شفاعت کر سکے۔"
3) اللہ تعالیٰ خود شفاعت کرنے والے سے راضی ہو۔
النجم : 26 ← "آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کسی کے کچھ بھی کام نہ آئیگی الا یہ کہ اللہ تعالیٰ جسکے لیے چاہے اس فرشتے کو اسکا اذن دے اور وہ سفارش اسے پسند بھی ہو۔"

بخاری :- رسول ﷺ نے فرمایا "تمہیں معلوم ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) تمام مخلوق کو ایک چٹیل میدان میں جمع کریگا؟ [illegible]
[illegible]
شفاعت قبول کی جائیگی۔ مانگو! تمہیں دیا جائیگا۔"

نبی ﷺ جو سارے انبیاء کے سردار ہیں انہیں سب سے پہلے شفاعت کی اجازت ملے گی لیکن کچھ دیر کے بعد۔ ایسا نہیں ہے کہ قیامت شروع ہوتے ہی شفاعت ہوگی۔

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
(وہ جانتا ہے جو کچھ لوگوں کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے)

اللہ ہر چیز کا مالک ہے۔ ہر چیز اسی کی ملکیت میں ہے اور ساتھ ساتھ اسکا دبدبہ بھی ہے۔ کوئی اس پر دباؤ نہیں ڈال سکتا۔ لیکن اور ایک چیز کی ضرورت ہے۔ وہ ہے علم۔ کیونکہ اگر کسی کے پاس ملکیت ہو، اسکی پوری حکومت ہو اور حکومت کے ساتھ دبدبہ بھی ہو تو اسے یہ علم ہونا چاہیے کہ کہاں کیا ہو رہا ہے کس جگہ کیا چل رہا ہے۔ اسکے پاس کامل علم ہونا چاہیے۔ اگر ناقص علم ہوگا تو فساد ہو جائیگا۔
مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ ← اللہ کو مستقبل کا بھی پتہ ہے اس میں آخرت بھی آتی ہے۔ وَمَا خَلْفَهُمْ ← ماضی میں جانتا ہے جو دنیا میں کر کے آئے۔ یہ بتایا گیا کہ اللہ کو ظرفِ زمان (ماضی، حال، مستقبل) اور ظرفِ مکان (آگے، پیچھے) کے اعتبار سے ہر چیز کا علم ہے۔

ظرفِ زمان :-
اللہ تو ہر ایک کے حال، ماضی اور مستقبل کو بھی جانتا ہے کہ کہاں کیا ہو رہا ہے، کہاں کیا ہوا تھا اور کہاں کیا ہونے والا ہے۔ [illegible]
دنیا میں جب کوئی کسی کی سفارش کرتا ہے [illegible]
[illegible] ہر ایک کے ظاہر و باطن، حال، مستقبل و ماضی سب کچھ جانتا ہے۔

ظرفِ مکان :-
اللہ کو ہر چیز کا علم ہے ہم ہمارے سامنے والی چیز ایک حد تک ہی دیکھ سکتے ہیں مثلاً اگر سامنے دیوار ہے تو ہمیں نہیں پتہ کہ دیوار کے پیچھے کیا ہے اور کون وہاں سے گزر رہا ہے۔ لیکن اللہ کو سب پتہ ہے کہ اس کے آگے بھی کیا ہے۔ اسکے لیے کوئی شئی اوجھل نہیں۔
لہٰذا جسکا علم اتنا زیادہ ہو وہی عبادت کے لائق ہو سکتا ہے۔

وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ
(اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے)

لَا کے بعد بِشَیْءٍ نکرہ لایا گیا ہے۔ نکرہ تحت النفی (Indefinite) ہو تو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنی جو علم دیا گیا ہے وہ علم بہت ہی تھوڑا ہے۔

لَا یُحِیْطُوْنَ ← جو محدود علم اللہ نے دیا ہے اُسے بھی ایک حد تک ہی جان سکتے ہیں۔ اسکا احاطہ نہیں کر سکتے۔ یہاں یہ نہیں کہا گیا لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْئًا مِّنْ عِلْمِهٖ (وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کو نہیں جانتے) بلکہ یہاں [illegible]
[illegible]
مخلوق کو جو بھی علم دیا گیا ہے وہ محدود علم ہے۔ احاطہ والا علم نہیں دیا گیا۔ [illegible]

اِلَّا بِمَا شَآءَ (مگر جتنا وہ چاہے [اتنا علم وہ دیتا ہے])

جو بھی تھوڑا سا علم مخلوق کو ملا ہے وہ اللہ کی مشیت سے ملا ہے۔
مَا یہاں مصدریہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو بھی وہ چاہا اور جتنا وہ چاہا ہے اتنا ہی علم دیا گیا۔
جب تک اللہ کسی شخص کو علم نہ دے تب تک وہ شخص اُس علم کے بارے میں کبھی جان ہی نہیں سکتا۔
اس لیے اپنے علم پر اترانا نہیں چاہیے۔

وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
(اسکی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے)

پہلے یہ کہہ کر لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے) اللہ کی ملکیت کی بات کی گئی۔ اب یہاں مُلک یا بادشاہت کا تذکرہ ہے۔ یعنی مالک (ملکیت / Owner-ship) اور مَلِک (بادشاہت / Kingship) دونوں کی بات اس آیت میں ہے۔

مَلِک	مالِک
1) بڑی چیزوں کا مالک ہوتا ہے۔ بادشاہ ملک کا مالک ہوتا ہے۔	1) چھوٹی چیزوں کا مالک ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی انگوٹھی، گاڑی اور چیزوں کا مالک ہوتا ہے۔
2) وہ اپنی بڑی چیزوں کا خیال رکھتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی چیزیں مثلاً ہر لین دین (Transaction) اور ہر کھانے وغیرہ کا خیال نہیں رکھتا بلکہ ملک کے لوگوں کا خیال رکھتا ہے۔	2) وہ اپنے چھوٹی چھوٹی چیزوں کا خیال رکھتا ہے جیسے اپنے انگوٹھی، گاڑی وغیرہ کا خیال رکھتا ہے۔

اللہ مالک بھی ہے جو چھوٹی چھوٹی چیزوں کا بھی خیال رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ مَلِک (بادشاہ) بھی ہے جو بڑی بڑی چیزوں کا بھی خیال رکھتا ہے۔

وَسِعَ :- یہ ماضی کا صیغہ ہے مضارع (یَسَعُ) نہیں ہے یعنی اسکی کرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیرا۔ [illegible]
[illegible]

اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کتنی بڑی ہے؟
الحاکم فی المستدرک :- "کرسی اللہ کے دونوں قدموں کو رکھنے کی جگہ ہے" (Footstool)
اور یہ کرسی اتنی بڑی ہے کہ وہ زمین اور آسمان کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عرش (Throne) پر مستوی ہے۔ عرش کرسی سے بڑا ہے۔
ابن حبان کی روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے عرش کے مقابلے کرسی کی وسعت ایسے ہی ہے جیسے جنگل یا صحرا میں کوئی انگوٹھی پڑی ہو۔
سوچیے کہ انگوٹھی کتنی چھوٹی ہوتی ہے اور جنگل کتنا بڑا ہوتا ہے۔ ایک جنگل یا صحرا کے مقابلے میں ایک انگوٹھی کی کیا اوقات ہے! تو سوچیے عرش کتنا بڑا ہوگا۔ اللہ کے علاوہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ اسکا عرش کتنا بڑا ہے۔

کرسی اتنی بڑی ہے کہ وہ کائنات کو گھیرے ہوئے ہیں اور اس سے بڑا اسکا عرش ہے تو اس عرش پر جو مستوی ہے وہ کس قدر عظیم ہوگا۔ اسی لیے اس آیت کا اختتام اسی صفت (العظیم) پر ہے۔ آیت الکرسی میں اللہ کی عظمت کو سمجھایا گیا کہ وہ کتنا عظیم ہے۔
اتنی بڑی عظیم ہستی کو چھوڑ کر کسی اور کے پاس کیسے کوئی مانگ سکتا ہے! اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے مانگتا ہے تو اسکا مطلب اُس نے اللہ کی قدر ہی نہیں کی۔
الزمر : 67 ← "اور ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیے تھی اس طرح قدر نہیں کی۔ حالانکہ قیامت کے دن ساری زمین اسکی مٹھی میں ہوگی اور سب آسمان بھی اسکے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہونگے۔ (اور) وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک اور عالی شان ہے۔"

بہر حال اسکی کرسی کیسی ہے اسکے بارے میں جتنا ہمیں علم دیا گیا ہے اتنا ہی پتہ ہے اور زیادہ ہم پتہ نہیں کر سکتے۔ ہم یہ بھی پتہ نہیں کر سکتے کہ کرسی زمین و آسمان کو کس طرح گھیرے ہے۔ [illegible]
[illegible]

وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا
(اور اسے ان دونوں [زمین اور آسمان] کی حفاظت تھکاتی نہیں)

اَدَ یَئُوْدُ ← بوجھ کی وجہ سے بڑھاپا ہو جانا جھک جانا لیکن عرفِ عام میں اسکا معنی بوجھ کی وجہ سے تھک جانا ہے۔
جب کوئی کسی چیز کی دیکھ بھال کرتا ہے تو ضروری نہیں کہ وہ اس چیز کی حفاظت بھی کرتا ہو۔ جیسے باغبان (Gardener) باغ کی دیکھ بھال تو کرتا ہے لیکن اسکی حفاظت نہیں کرتا۔ صفائی والا گھر کا خیال تو رکھتا ہے لیکن گھر کی حفاظت نہیں کرتا۔ جبکہ اللہ دیکھ بھال بھی کرتا ہے اور حفاظت بھی کرتا ہے۔
اتنی بڑی کائنات کی حفاظت اسے نہیں تھکاتی۔ اسکے لیے زمین و آسمان بھاری نہیں ہے۔

وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ
(اور وہ بلند تر نہایت عظمت والا ہے)

اَلْعَلِیُّ ← فعیل کے وزن پر ہے اور یہ صفت مشبہ ہے۔ صفت مشبہ اپنے موصوف سے کبھی جدا نہیں ہوتی۔ اس میں دوام ہے۔
علی عُلُوّ سے ہے "عُلُوّ" کا مطلب اس سے اونچا (بلند) کوئی نہ ہو۔ یعنی اتنا بلند ہے کہ اس کے اوپر کچھ نہیں، سب اسکے نیچے ہیں۔ اور مرتبے اور بزرگی کے اعتبار سے بھی بلند ہے۔
اللہ جب الْعَلِیّ ہے، اتنا بلند ہے تو اوپر والے سے مانگنے کے بجائے اگر کوئی نیچے والے سے مانگتا ہے تو یہ سب سے بڑی بیوقوفی ہے۔
کوئی بھی انسان اپنے مالک سے ہی مانگتا ہے، نوکر سے نہیں مانگتا۔ نوکر تو جھکا ہوا ہے۔ اللہ کے علاوہ جن جن سے لوگ مانگتے ہیں وہ سب اللہ کی مخلوق اور اللہ کے بندے (Slave) ہیں۔

اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر بلند ہیں :- وہ تمام مخلوقات سے اوپر بلند و بالا ہے اور وہ اپنے عرش پر مستوی ہے۔
طٰہٰ : 5 ← اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (الرحمٰن [سبحانہ وتعالیٰ] عرش پر مستوی ہیں۔)

اللہ تعالیٰ صفات، عظمت، مقام و مرتبے کے اعتبار سے بھی بلند ہیں :- اللہ تعالیٰ کی تمام صفات میں سے ہر ایک صفت عالیشان اور جلال و کمال پر مبنی ہے۔ ان صفات کے مقابل تو دور کی بات، ان صفات کے قریب ترین بھی کوئی دوسری چیز نہیں اور نہ ہی اسکی کوئی مثال بیان کر سکتا ہے۔
الشوریٰ : 11 ← "... لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ (اس جیسی کوئی چیز ہے ہی نہیں...)"

اللہ تعالیٰ بلند و بالا ہیں اور کائنات کی ہر چیز اسکے سامنے جھکی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بلندی کی کوئی انتہا نہیں اور نہ اسکی بلندی کا کوئی تصور کر سکتا ہے۔
انسان سجدے میں سب سے زیادہ جھکا ہوتا ہے۔ سب سے پستی والی حالت میں ہوتا ہے۔ ہمیں سجدے میں کہنے کہا گیا سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی (پاک ہے میرا رب وہ بلند و بالا ہے) میرے رب تیرے علو (بلندی) کی کوئی انتہا نہیں اور میری ذلت و پستی کی انتہا نہیں۔ الاعلیٰ کے سامنے ہر چیز ادنیٰ ہے۔

اَلْعَظِیْمُ (نہایت عظمت والا ہے)

یہ بھی فعیل کے وزن پر ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات، اسماء اور صفات میں عظمت والا ہے۔ اللہ رتبے کے اعتبار سے سب سے بڑا ہے اور ساری کی ساری مخلوق حقیر اور کمزور ہیں۔ ہم رکوع میں جھک کر کہتے ہیں سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ (پاک ہے میرا رب وہ عظمت والا ہے)۔ دنیا میں لوگ بادشاہ یا بزرگ کی تعظیم میں جھکتے ہیں۔ ہم اللہ کی تعظیم میں جھکتے ہیں اور تعظیمی علامات ادا کرتے ہیں۔ صرف اللہ ہی اس لائق ہے کہ اسکے آگے تعظیم سے جھکا جائے۔

ان دونوں صفتوں (العلی العظیم) کو ذکر کر کے بتایا جا رہا ہے کہ انسان اللہ کے بارے میں غلط عقیدہ کیسے رکھتا ہے، شرک میں کیسے مبتلا ہوتا ہے، گمراہی کے اندھیروں میں کیوں چلا جاتا ہے۔ ان دونوں صفات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یعنی اللہ تعالیٰ کے علو اور عظمت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے۔ ویسے بھی کوئی اگر آیت الکرسی کو ہی صحیح سمجھ لے تو وہ گمراہ نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ اور اسباق :-
1) عاجزی اختیار کرو۔ کسی چیز پر تکبر نہ کرو۔ نہ معنوی (علم وغیرہ) چیزوں پر اور نہ مادی (گھر، گاڑی، پیسہ وغیرہ) چیزوں پر۔ اللہ تعالیٰ کی کرسی اور عرش کے مقابلے ہماری ساری مادی چیزوں کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔ جو کچھ ہمارے پاس ہیں سب حقیر ہیں۔
2) آیت کی شروعات میں اللہ تعالیٰ کے دو صفاتی نام الحی القیوم اور آخر میں العلی العظیم ہیں اور اس آیت میں اللہ کا مختصراً تعارف کرایا گیا۔
3) پہلا جملوں میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت قریب لئے ہیں، الٰہ، الحی، القیوم کہہ کر اور آخر میں دور سے دوری وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور اسکی کرسی سے اوپر عرش پر العلی العظیم بلند تر عظمت والا اللہ۔
4) صحیح عقیدے کو نہ سمجھنے کی وجہ سے آج لوگوں کی اکثریت کفر، شرک اور گمراہیوں میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ جن کی بڑی وجوہات اسی آیت میں بیان کی گئی ہیں۔ i) کسی کو مخصوص چیز کا مالک (ملکیت) سمجھنا ii) شفاعت کے بارے میں غلط عقیدہ رکھنا iii) کسی کو غیب کا علم جاننے والا سمجھنا iv) کسی کی بادشاہت یا اقتدار کی وجہ سے اسکو اعلیٰ درجہ دینا v) کسی کی تعظیم اور بزرگی میں غلو کرنا۔
5) آیت الکرسی میں جو لوگ باطل معبودوں اور پیروں بزرگوں کو اللہ کا درجہ دیتے ہیں انکی تردید کی گئی۔ [illegible]
[illegible]
6) اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں تکییف (کیفیت)، تمثیل، تحریف اور تعطیل کر کے لوگ گمراہ ہو گئے۔

آیت الکرسی کی ترتیب اور ربط :-
اس میں نو (9) جملے ہیں۔ جس میں عکسی ترتیب ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
الروم : 58 ← "بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثال بیان کی ہے اور اگر آپ انکے پاس کوئی نشانی (معجزہ) لے بھی آئیں تو بھی کافر یہی کہیں گے کہ تم باطل پرست ہو۔"

1) اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (اللہ تعالیٰ [وہ معبودِ برحق ہے کہ] اُسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو زندہ ہے۔ سب کو تھامنے / سنبھالنے والا ہے)

پہلے اور آخری جملے یعنی نویں جملے میں ربط :-
← پہلا جملہ ختم ہوتا ہے اللہ کے دو صفاتی ناموں پر یعنی الحی (ہمیشہ زندہ رہنے والا) اور القیوم (خود قائم رہنے والا اور دوسروں کو قائم کرنے والا)
جتنی بھی چیزیں وجود میں ہیں اور اپنی موجودہ حالت پر قائم ہیں وہ صرف اور صرف اللہ کے حکم سے ہیں۔
← آخری جملہ ختم ہوتا ہے اللہ کے دو صفاتی ناموں پر العلی (بہت بلند) اور العظیم (بڑی عظمت والا)

اسلیے پہلا جملے اور آخری یعنی نویں جملے میں ربط ہے۔

2) لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (نہ اسے اونگھ آتی ہے اور نہ نیند)
دوسرے اور آخری دوسرے (Second last) یعنی آٹھویں جملے میں ربط :-
← دوسرے جملے میں کہا گیا کہ اُسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند آتی ہے۔
← آٹھویں جملے میں کہا گیا کہ ان دونوں (آسمانوں اور زمین) کی حفاظت اُسے نہیں تھکاتی۔

جب کوئی مسلسل کسی کی حفاظت کرتا ہے تو اسے تھکان ہوتی ہے۔ جسکی وجہ سے پہلے اُسے اونگھ آنے لگتی ہے پھر نیند آجاتی ہے۔
اسے ایک مثال سے سمجھے۔ ویسے لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ (اس جیسی کوئی چیز ہے ہی نہیں) اللہ تعالیٰ کا کسی بھی چیز سے تقابل (Comparison) نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن سمجھنے کے لیے ایک مثال سے اسے سمجھے۔
مثلاً کسی چوکیدار (Security guard) کو کسی گھر یا دفتر (Office) کی حفاظت میں لگا دیا جائے اور کہا جائے کہ مسلسل سی سی ٹی وی (CCTV) کو دیکھنا ہے۔ اسکی ڈیوٹی دس یا بارہ گھنٹوں کی ہوتی ہے۔ طویل وقت اسطرح دیکھتے رہنے سے وہ تھک جاتا ہے۔ پھر اونگھنے لگتا ہے اور پھر نیند بھی آجاتی ہے۔ جبکہ وہ ڈیوٹی پر آنے سے پہلے اپنی نیند پوری کر کے بھی کیوں نہ آیا ہو۔ جب انسان تھک جاتا ہے تو پہلے اونگھ آنا شروع ہوتی ہے اسکے بعد نیند آتی ہے۔ پھر انسان سو ہی جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تو پوری کائنات جس میں ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کی تمام چیزیں شامل ہیں، ان سب کی مسلسل حفاظت کر رہا ہے لیکن اللہ نہ ہی تھکتا ہے اور نہ ہی اسے اونگھ آتی ہے اور نہ ہی اُسے نیند آتی ہے۔ اور یہ کمزوریاں مخلوق میں پائی جاتی ہے، خالق میں نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کمزوریوں اور عیب سے پاک ہے۔

3) لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ اسی کا ہے)

تیسرے جملے اور آخری تیسرے (Third last) یعنی ساتویں جملے میں ربط :-
← تیسرے جملے میں ملکیت (مالک) کی بات کی گئی۔
← ساتویں جملے میں مُلک (بادشاہت) کی بات کی گئی۔
← دونوں جملوں میں آسمانوں اور زمین کی بھی بات کی گئی۔
مالک :- کوئی کسی جائیداد (Property) کا مالک ہوتا ہے۔ جیسے کوئی اپنے گھر، گاڑی، درخت اور مخصوص زمین کا مالک ہو سکتا ہے۔ یعنی چھوٹی چیزوں کا مالک ہوتا ہے اور ان چھوٹی چیزوں کا خیال رکھتا ہے۔ (Owner)

مَلِک (بادشاہ) :- کوئی کسی درخت یا گاڑی کا بادشاہ نہیں ہوتا بلکہ اُس ملک کا بادشاہ ہوتا ہے۔ یعنی بڑی چیز کا بادشاہ ہوتا ہے اور اس بڑی چیز کا خیال رکھتا ہے۔ (Kingdom)

اللہ تعالیٰ مالک بھی ہے جو چھوٹی چھوٹی چیزوں کا بھی خیال رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ مَلِک بھی ہے جو بڑی بڑی چیزوں کا بھی خیال رکھتا ہے۔

4) مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (کون ہے وہ جو شفاعت کر سکے اسکے پاس کسی کی مگر اسکی اجازت سے)

چوتھے اور آخری چوتھے (Fourth last) یعنی چھٹے جملے میں ربط :-
← چوتھے جملے میں کہا گیا کسی کو شفاعت کرنے کا اختیار نہیں سوائے انکے جن کو اللہ اجازت دے۔ یعنی یہاں اللہ تعالیٰ کی ایک بات اور استثناء (Exception) کے بارے میں ذکر ہے۔ (اِلَّا بِاِذْنِهٖ مگر اسکی اجازت سے)
← چھٹے جملے میں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں سے وہ کسی بھی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے سوائے اسکے کہ جو اللہ چاہے۔ یعنی یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بات اور استثناء (Exception) کے بارے میں ذکر ہے۔ (اِلَّا بِمَا شَآءَ مگر جو اللہ چاہے)

چوتھے اور چھٹے جملے میں استثناء کی بات آئی ہیں۔

5) یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
(وہ جانتا ہے جو اُنکے سامنے ہے اور جو اُنکے پیچھے ہے)

یہ درمیانی جملہ ہے۔ تو اس میں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کیا آگے ہیں (آگے والے جملوں میں ہیں یعنی جملہ نمبر 6 سے جملہ نمبر 9 میں) اور کیا پیچھے ہیں (پیچھے والے جملوں میں ہیں یعنی جملہ نمبر 1 سے جملہ نمبر 4 میں)۔ آگے پیچھے چار چار جملے اور بیچ میں یہ جملہ۔

6) وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ (اور وہ احاطہ نہیں کر سکتے اللہ کے علم میں سے کسی چیز کا بھی سوائے اسکے جو اللہ تعالیٰ چاہے)

7) وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اسکی کرسی کی وسعت نے زمین اور آسمان کو گھیر رکھا ہے)

8) وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا (اور ان دونوں [آسمانوں اور زمین] کی حفاظت اُسے نہیں تھکاتی)

9) وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (وہ تو بہت ہی بلند اور بہت ہی عظمت والا ہے)

تمام جملوں کے ربط خاکہ :

	(5) یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ	
1) اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ		9) وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ
2) لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ		8) وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا
3) لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ		7) وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
4) مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ		6) وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ

آیت الکرسی کا پچھلی اور اگلی آیتوں سے ربط :

پچھلی آیتوں میں اللہ کے لیے قرضِ حسنہ یعنی اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی بات، اللہ کے راستے میں لڑنے کی بات، طالوت اور جالوت کا قصہ پھر کہا گیا خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے کہ نہ کوئی تجارت، دوستی اور کسی کی شفاعت کام آئیگی۔ اُسکے بعد آیت الکرسی ہے۔ جس میں بتایا گیا کہ جس کے لیے خرچ کروگے، جسکے راستے میں لڑوگے وہ کون ہے۔ اللہ کا مختصراً تعارف کیا گیا۔ اللہ کے کئی اسماءِ حسنہ ہیں لیکن یہاں پہلی صفت الحی بیان کی گئی۔ یعنی جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے وہ دوسروں کو زندگی دیتا ہے۔ یہ بہت ہی اہم سبق اُن لوگوں کے لیے ہیں جو اللہ کے راستے میں اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال کر جنگ کرنے جائینگے کہ جسکے راستے میں نکل رہے ہو وہ زندگی دینے کا ذریعہ ہے۔ اسی کے ہاتھوں میں زندگی ہے۔ کیونکہ جنگ سے لوگ اسی لیے رک جاتے ہیں کہ اس میں جان جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔
القیوم کہہ کر بتایا گیا کہ وہ خود تو قائم ہے اور دوسروں کو بھی قائم کرتا ہے۔ کوئی چیز وجود میں نہیں آسکتی اگر اللہ اسے قائم نہ کرے۔ اللہ سب کو سنبھالتا ہے۔ اسلیے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے نہ ڈرو۔
اس الحی القیوم پر توکل کرو جس کے ہاتھوں میں زندگی اور قیام بھی ہیں۔ اس طرح شفاعت کے بارے میں آیت 254 میں بتایا گیا اور آیت الکرسی میں شفاعت کو واضح کیا گیا۔

اگلی آیتوں میں تین قصے بیان ہونگے جس میں بتایا گیا کہ زندگی اور موت اللہ ہی کے ہاتھوں میں ہیں۔

Extra Notes :

چند صفات جو اللہ کے لیے استعمال ہوتی ہے وہ بندوں کے لیے بھی استعمال کی جاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ علم والا ہے، اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے، اللہ دیکھتا ہے، اللہ تعالیٰ رءوف رحیم ہے۔ رسول ﷺ کو التوبۃ : 128 میں رءوف رحیم کہا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے صفات اور مخلوق کے صفات میں کافی فرق ہے۔ وہ ایک جیسے نہیں۔ اس میں تین چیزیں ذہن میں رکھے۔

1) مخلوق کی صفات عطا کردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں۔
اللہ تعالیٰ جب چاہے وہ صفات مخلوق سے لے لیگا۔ مثلاً ہمارے دیکھنے، سننے اور چلنے وغیرہ کی صلاحیتیں اللہ تعالیٰ نے عطا کی۔ کوئی بھی خود ان صلاحیتوں کا مالک نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کا مالک ہے۔
اللہ کی صفات عطا کردہ نہیں ہیں۔ وہ خود ان کا مالک ہے۔

2) مخلوق کی صفات محدود ہے۔ لیکن اللہ کی صفات میں کوئی حد نہیں۔ (Infinite)
مثلاً مخلوق ایک حد تک ہی کسی چیز کو دیکھ سکتے ہیں۔ ظاہری جسم کو ہم دیکھ سکتے ہیں لیکن ہمارے اپنے جسم کے اندر کیا کیا چل رہا ہے اُسے ہم نہیں جانتے۔ ہمارے دیکھنے، سننے وغیرہ کی صلاحیتیں محدود ہیں۔

3) مخلوق کی صفات کا آغاز (Beginning) اور اختتام (End) ہے۔
جیسے انسان جب بچہ ہوتا ہے تو چلنا شروع کرتا ہے۔ وہ اسکے چلنے کی شروعات ہوتی ہے لیکن ایک وقت آتا ہے کہ اسکے چلنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ کبھی بیماری کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے یا موت کی وجہ سے۔
مخلوق کی ہر صفات کا آغاز بھی ہے اور اختتام بھی ہے۔ لیکن اللہ کی صفات کا آغاز اور اختتام نہیں ہے۔

اسلیے اگر اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے لیے ایک جیسے صفات کہے گئے ہو تو وہ ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ ان بتائی گئی تین باتوں کو ذہن میں رکھیے۔

اللہ تعالیٰ نے جو اسماء اور صفات اپنے لیے خود ثابت کیے ہیں یا پیغمبر رسول ﷺ نے بتائے، ان پر بغیر کسی تکییف (کیفیت)، تمثیل، تحریف اور تعطیل کے ایمان لانا واجب ہے۔